انقلاب THE INQUILAB

احتجاج جمہوری حق

تاریخ رہی ہے جب بھی غلط ہوا ہے ارباب اقتدار نے غلط فیصلہ لیا ہے تو عوام نے سڑکوں پر نکل کر انہیں ان کی غلطیوں کا احساس کرایا ہے

ڈاکٹر محمد منظور عالم

جمہوریت اور احتجاج کے درمیان گہرا تعلق اور رشتہ ہے۔ تمام طرز حکمرانی میں جمہوریت کی اہمیت اور خوبی اسی لئے تسلیم کی گئی ہے کہ یہاں حقیقی طور پر عوام حکمراں ہوتے ہیں۔ حکمراں اور سربراہ کے انتخاب کے اختیار عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ عوام کے پاس جس طرح سرکار کے انتخاب کیلئے ووٹ دینے اور سرکار چننے کا حق ہوتا ہے، اسی طرح عوام کے پاس یہ بھی اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی چنی ہوئی سرکار کے غلط فیصلہ کی مذمت کرے۔ حکومت کے غلط اقدامات کے خلاف احتجاج کرکے انہیں ان کی غلطیوں کا احساس کرائیں۔ سرکار کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مظاہرین کی بات سنے۔ احتجاج کرنے والوں سے ملے۔ ان کی مانگ پر نظر ثانی کرے۔ اگر جمہوریت میں ایسا نہیں ہوتا ہے یہ کوئی بھی منتخب حکومت عوام کے باتوں پر دھیان نہیں دیتی ہے۔ توجہ دینے کے بجائے احتجاج کو کچلنے اور دبانے کی کوشش کرتی ہے تو حقیقت میں جمہوریت نہیں آمریت کا طرف بڑھتا ہوا قدم ہے۔ یہ کسی بھی جمہوری ملک کے دستور اور آئین کے خلاف ہے۔

ہندوستان دنیا کا سب سے بڑا جمہوری اور ڈیموکریٹک ملک ہے۔ یہاں کی تاریخ رہی ہے جب بھی غلط ہوا ہے۔ ارباب اقتدار نے غلط فیصلہ لیا ہے تو عوام نے سڑکوں پر نکل کر انہیں ان کی غلطیوں کا احساس کرایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ جس عوام نے سرکار کا انتخاب کیا ہے ان عوام کو سرکار کا یہ اقدام پسند نہیں ہے۔ مشہور سماجی لیڈر رام منور ہر لوہیا کا یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ ’’جب سڑکیں سنسان پڑ جاتی ہیں تو سنسد آوارہ ہوجاتی ہے۔‘‘ اس جملہ کا واضح مطلب یہی ہے کہ جب پارلیمنٹ کوئی غلط قانون بناتی ہے۔ آئین اور دستور کے خلاف کوئی بل پاس کرتی ہے۔ ملک کے مجموعی مفاد کو نقصان پہنچانے والا کوئی قانون بنتا ہے۔ ملک کے قومی یکجہتی کے خلاف کوئی فیصلہ لیا جاتا ہے تو اس وقت عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سڑکوں پر نکلیں۔ احتجاج درج کرائیں اور حکومت کو اس کی غلطی اور غلط فیصلے کا احساس کرائیں۔

اس وقت پورا ہندوستان متنازع شہریت قانون، این آر سی اور این پی آر کے خلاف سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ سے اس تحریک کی شروعات ہوئی تھی۔ تین دنوں بعد ۱۵/ دسمبر کو جامعہ ملیہ اسلامیہ سے دو کیلومیٹر کے فاصلہ پر شاہین باغ کی خواتین نے سڑکوں پر اتر کر احتجاج شروع کردیا۔ اس احتجاج کو تقریباً ڈھائی ماہ دنوں کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران احتجاج کو ختم کرنے پوری کوشش ہوئی۔ کئی طریقے کے حربے اپنائے گئے۔ پولیس کی موجودگی میں ایک نوجوان نے یہاں آکر فائرنگ کی۔ ایک شخص اسٹیج پر چڑھ کر بندوق لہرایا۔ دھمکی دی کہ راستہ خالی کردو ورنہ سبھی کو ماردوں گا۔ سپریم کورٹ میں بھی ایک عرضی دائر کی گئی، جس پر سنوائی کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے مذاکرات کا طریقہ اپنایا اور سپریم کورٹ کے دو سینئر وکیل

> مشہور سماجی لیڈر رام منور ہر لوہیا کا یہ جملہ بہت مشہور ہے کہ ’’جب سڑکیں سنسان پڑ جاتی ہیں تو سنسد آوارہ ہوجاتی ہے۔‘‘ اس جملہ کا واضح مطلب یہی ہے کہ جب پارلیمنٹ کوئی غلط قانون بناتی ہے۔ آئین اور دستور کے خلاف کوئی بل پاس کرتی ہے۔ ملک کے مجموعی مفاد کو نقصان پہنچانے والا کوئی قانون بنتا ہے۔ ملک کے قومی یکجہتی کے خلاف کوئی فیصلہ لیا جاتا ہے تو اس وقت عوام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سڑکوں پر نکلیں۔ احتجاج درج کرائیں اور حکومت کو اس کی غلطی اور غلط فیصلے کا احساس کرائیں۔

سنجے ہیگڑے اور سادھنا رام چندرن کو بات چیت کیلئے بحال کیا۔ انہیں ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ مظاہرین سے جاکر بات چیت کریں، حالات کا جائزہ لیں کہ راستہ کس طرح بند ہے۔ کس طرح پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور مظاہرین سے واقعی بہت بڑا نقصان ہورہا ہے جیسا کہ دعوی کیا جارہا ہے۔ سپریم کورٹ کے بحال کردہ مذاکرات کار نے شاہین باغ پہونچ کر حالات کا جائزہ لیا۔ مظاہرین سے لگاتار چار دنوں تک بات چیت کی اور پھر یہ سچائی سامنے آئی کہ شاہین باغ کے علاقے سے نوئیڈا کی طرف جانے کیلئے تین راستے ہیں جس میں سے صرف ایک راستے پر احتجاج ہورہا ہے۔ بقیہ دو راستوں کو پولس نے خود بند کررکھا تھا اور الزام مظاہرین پر لگادیا گیا تھا۔ اب دو راستے کھل گئے ہیں۔ سپریم کورٹ میں مذاکرات کاروں نے حلف نامہ داخل کردیا ہے۔ جہاں ۲۳/ مارچ کو سنوائی ہوگی۔

پرامن ماحول میں یہ ساری چیزیں چل رہی تھیں، جو ایک طبقہ کو پسند نہیں آیا اور فیصلہ کرلیا گیا دہلی کو جلانے کا۔ ۲۳/ فروری کو بی جے پی کے لیڈر کپل مشرا نے پولس کے سامنے اشتعال انگیز بیان دیا اور اسی کے اگلے روز دہلی کے چاند باغ میں شرپسندوں نے حملہ کردیا۔ لاٹھی ڈنڈا اور تلوار کے ساتھ بم اور بندوق سے حملہ کیا۔ خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی کی۔ شرپسند عناصر نے مسلمانوں کی دکانوں او رمکانوں کو چن چن کر جلادیا۔ پوری کی پوری مارکیٹ کو آگ کے حوالے کردیا۔ یکے بعد دیگر علاقے کو نشانہ بنایا گیا۔ چاند باغ، موج پور، گوکل پوری، مصطفی آباد، شیو وہار، بھجن پورہ اور کراول نگر جیسے علاقوں میں دو دنوں تک فساد ہوتا رہا ہے۔ پولیس اور انتظامیہ خاموش رہی۔ حکومت لاپرواہ بنی رہی۔ جب سب کچھ برباد ہوگیا ہے۔ دلی لٹ گئی ہے تو اب امن برقرار رکھنے کی حکومت کے سربراہان اپیل جاری کررہے ہیں اور حد تو یہ ہے کہ وزرات قانون نے اس جج کا راتوں رات ٹرانسفر کردیا ہے، جنہوں نے دہلی میں ہوئے فساد کیلئے پولیس کمشنر سے سخت لہجے میں جواب طلب کیا اور آدھی رات کو عدالت کھول کر سنوائی کی تھی۔

سوال یہ ہے کیا یہ عملی شکلی ہے بھارت کو منووادا راشٹر بنانے کی۔ کیا مسلمانوں، دلتوں اور کمزور طبقات کی لاشوں پر بی جے پی اور آر ایس ایس منووادا راشٹر بنائے گی یا خوف وہراس میں مبتلا کرکے منووادا راشٹر بنائے گی۔ کیا ہمارے اسلاف نے جو قربانیاں دی تھیں یہ اسی کا صلہ ہے۔ کیا مسلمانوں کے بعد دلتوں اور آدی واسیوں کو بھی نشانہ بنایا جائے گا۔ کیا یہ اسی طرح کیا جائے گا جس طرح میں کبھی بدھسٹوں اور جینیوں کو یہاں سے بھگایا گیا۔ کیا جمہوریت میں انسانیت کا قتل عام کرکے منووادراشٹر کی راہ ہموار کی جائے گی۔ کیا بین الاقوامی قوانی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ انٹرنیشنل ادارے محض برائے نام ہیں، ان کے پاس ظلم وستم روکنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ آخر کیا چاہتی بی جے پی اور آر ایس ایس۔ کس طرح اور کس ماڈل کا منووادراشٹر بنانا چاہتی ہے وہ؟ آئین ہند کی جگہ منواسمرتی کا نظام نافذ کرنا چاہتی ہے بی جے پی۔ آخر بی جے پی کی منشاء کیا ہے۔ کیا اس طرح بھارت کی ترقی ممکن ہوسکے گی۔ کیا یہ ملک کے دستور اور تمام مجاہدین آزادی کی توہین نہیں ہے۔

مراسلات

ے۔ کاش! میری پہلی موت جو دنیا میں آئی تھی فیصلہ کن ہوتی اور دوبارہ زندہ نہ ہوتا جس پر یہ